

تفسیرات احمدیہ کا منہجی مطالعہ

A Methodological Study of Ahmadi Exegesis

غلام مصطفیٰ¹*

ڈاکٹر محمد رضوان محمود**

ABSTRACT

Tafsirat e Ahmadiyyah, authored by Mulla Ahmad Jiwan (d. 1130AH) stands as a remarkable exegetical work that exemplifies the interweaving of multiple Islamic sciences within the intellectual tradition of the Indian subcontinent during the Mughal era. The exegete emerges not merely as a commentator but also as a theologian, jurist, grammarian, mystic, and scholar of linguistic precision. A significant feature of this tafsir is its profound engagement with Ilm ul Kalam (Islamic theology), particularly in defending Ashari and Matoridiy doctrines and critiquing Mutazilite views. The treatment of verses concerning divine attributes, intercession, divine knowledge, and predestination reflects a deep theological insight. Mulla Jiwan harmonizes reason and revelation, grounding his discourse within the framework of Sunni orthodoxy. Equally prominent is the juridical methodology, wherein legal rulings are derived through rigorous engagement with the principles of Islamic jurisprudence. His interpretive style reflects a strong alignment with the Hanafi School applying concepts such as generality, specification, abrogation and the analysis of ambiguous and clear expressions. His mastery over Arabic linguistics and rhetoric further enriches the tafsir. Lexical derivations, syntactic structures, and rhetorical devices are carefully employed to deepen the understanding of Quranic expression. The result is a balanced fusion of linguistic subtlety and theological depth. The tafsir also reflects a strong commitment to tafsir bil mathur, drawing extensively from the sayings of the Companions, Successors and classical authorities. Contextual explanations based on asbab ul nuzul (occasions of revelation) further reinforce his methodical integrity. Notably, the influence of Sufism and spiritual insight is evident throughout the work. Themes such as marifah (gnosis), suluk (spiritual wayfaring) and fana (self-annihilation) are presented in harmony with Quranic principles, maintaining sobriety and adherence to prophetic tradition. In essence, Tafsirat e Ahmadiyyah is a comprehensive methodological tafsir that reflects intellectual balance, scholarly breadth and doctrinal moderation. It represents a distinguished contribution to Quranic exegesis in South Asia and continues to offer profound guidance for contemporary scholars engaged in the study of the Quran.

Keywords: Quran, Tafsirat e Ahmadiyyah, Mulla Jiwan, subcontinent, Mughal era, divine knowledge, Quranic exegesis and spiritual.

یہ تفسیر مغلیہ دور میں لکھی گئی تفسیر میں ایک قابل قدر سرمایہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ تفسیرات احمدیہ، برصغیر کے معروف عالم دین ملا جیوان بن ملا عبدالرؤف بن ملا عبدالرحیم (م 1130ھ) کی عربی زبان میں لکھی گئی ایک اہم تفسیر ہے، جو برصغیر میں علوم تفسیر کی کلاسیکی روایت کا ایک قابل قدر نمونہ ہے۔ یہ تفسیر دراصل ان کے داماد اور مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر کے بیٹے شہزادہ محمد اعظم شاہ کی درخواست پر لکھی گئی۔ اس تفسیر میں ملا جیوان نے آیات قرآنیہ کی تفسیر کے ساتھ ساتھ کلامی و فقہی مباحث کو بھی سلیقے سے شامل کیا ہے، اور مسائل عقیدہ، فقہ، تصوف اور بلاغت پر گہری نظر کا اظہار کیا ہے۔

* پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، فیکلٹی آف سوشل سائنسز اینڈ بیومینٹیز، رفا ہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس، فیصل آباد

** پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، فیکلٹی آف سوشل سائنسز اینڈ بیومینٹیز، رفا ہ انٹرنیشنل یونیورسٹی فیصل آباد کیمپس، فیصل آباد

اگرچہ یہ تفسیر مختصر ہے، مگر اس میں علمی نکات کی گہرائی، دقتِ نظر اور جامعیت نمایاں ہے، جو اسے برصغیر کی تفسیری روایت میں ایک منفرد مقام عطا کرتی ہے۔

مصنف کا تعارف

ملا جیون عہد عالمگیری کے ان ممتاز علماء میں سے ہیں جن کو ہندوستان میں اسلامی علوم کی تشکیل میں ایک ممتاز و منفرد مقام حاصل ہے۔ ملا جیون کا پیدا کنشی نام احمد تھا اور جیون ان کے نام کا جزء تھا۔ ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے "احمد بن ابی سعید بن عبید اللہ بن عبد الرزاق بن خاصہ خد اللحنی۔"² ان کا خاندان اودھ کے قدیم علمی خاندانوں میں سے تھا۔ اس خاندان میں علم و تقویٰ کا سلسلہ کئی پشتوں سے چل رہا تھا ملا جیون کے والد ملا ابو سعید (م 1651ء) مفتی اور پریزگار عالم تھے راستہ چلتے ہوئے اپنے چہرے کو رومال سے ڈھکے رہتے کہ کسی غیر محرم پر نگاہ نہ پڑے۔ تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ استنجاء کے لیے ڈھیلہ بھی کسی دوسرے کی زمین سے مالک کی اجازت کے بغیر نہیں اٹھاتے تھے۔ اکثر روزہ سے رہتے اور ہمیشہ درس و تدریس میں مشغول رہا کرتے تھے۔³ ملا جیون کی والدہ ماجدہ بھی بڑی نیک خاتون تھیں اور وہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کے میر آتش عبد اللہ عرف نواب عزت خان کی ہمشیرہ بتائی جاتی ہیں۔⁴ ملا جیون 25 شعبان 1028ھ بمطابق 1637ء کو لکھنؤ ضلع کے قصبہ اٹیٹھی میں پیدا ہوئے۔⁵

اپنے والد ملا سعید کے سایہ عاطفت میں پلے بڑھے اور سات برس کی عمر میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔⁶ شیخ محمد سترکھی اور مولانا لطف اللہ کڑھ جہاں آبادی سے علوم نقلیہ اور عقلیہ کی تکمیل کی۔⁷ ان کے علاوہ لکھنؤ کے مفتی محمد سعید الحسنی سے بھی انہوں نے علمی استفادہ کیا۔⁸ ملا جیون کو تعلیم و تعلم سے دلچسپی تھی یہی وجہ ہے کہ انہوں نے کم عمری ہی سے تصنیف و تالیف کا آغاز کر دیا۔ قوت حافظہ خوب تھی ایک مرتبہ سن کر قصیدہ یاد کر لیتے تھے اور درسی کتابوں کی عبارت زبانی سنا دیتے تھے۔⁹ انہوں نے تیرہ سال کی عمر میں آداب احمدی علم سلوک پر لکھی اور خطبات جمعہ اور عیدین بھی فصیح و بلیغ عربی میں لکھے۔ اپنے دادا شیخ عبید اللہ اور ان کے بڑے بھائی شیخ علم اللہ کے مسودات کو مرتب کرنا شروع کیا، سولہ سال کی عمر میں تفسیر احمدی لکھنا شروع کی، بائیس برس کی عمر میں تمام علوم عقلی و نقلی پر دسترس حاصل کر لی اور اپنے وطن قصبہ اٹیٹھی میں درس دینا شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ 1676ء تک چلا، اسی سال وہ اجیر و دہلی کے سفر پر روانہ ہوئے جہاں کافی عرصہ قیام کیا، اس قیام کے دوران تعلیم و وعظ میں مشغول رہے اور آپ کے حلقہء درس کو کافی عرصہ سراہا گیا۔

آپ 1690ء میں پہلی مرتبہ حرین شریفین، مکہ تشریف لے گئے اور وہاں پانچ برس قیام کیا۔¹⁰ اسی دوران انہوں نے اپنی کتاب "نور الانوار فی شرح المنار" کی تالیف کی جس کی تکمیل صرف دو ماہ میں ہوئی۔¹¹ حج سے واپسی کے بعد آپ دکن میں رہ گئے یہاں شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر سے ملاقات ہوئی اور شاہی

² سید عبدالحق الحسینی، نزمۃ الخواطر، ج 6 ص 19؛ نواب صدیق حسن خان، ابجد العلوم، ص 207

³ احمد بن یحییٰ بن علی، صبح بہار (اردو ترجمہ بنام: مناقب الاولیاء از: مولانا خادم حسن علوی)، ادارہ تحقیق امام احمد رضا-لاہور، 2013ء، ص 28

⁴ ایضاً، ص 34

⁵ ایضاً، ص 28

⁶ ایضاً، ص 32

⁷ عمری، محمد عارف، تذکرہ مفسرین ہند، دارالمصنفین-اعظم گڑھ، 1995ء، ج 1 ص 114؛ مولوی، رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، مطبع

نولکشور، 1914ء، ص 45

⁸ عمری، محمد عارف، تذکرہ مفسرین ہند، ص 114

⁹ مولوی، رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند، ص 45، غلام علی آزاد، سبحة المرجان-علی گڑھ، 1972ء، ج 1 ص 205۔

¹⁰ مولانا خادم حسن علوی، مناقب الاولیاء، ص 33

¹¹ اشفاق علی، ملا جیون کے معاصر علماء، لکھنؤ، 1982ء ص 21

ملازمت اختیار کی۔ آپ تقریباً چھ سال اور نگزیب عالمگیر کے ساتھ رہے، یہ وہ زمانہ ہے جب اور نگزیب دکن کی ریاستوں میں برسرِ پیکار تھا۔ چنانچہ دکن میں چھ سال قیام کے دوران اور نگزیب کی ملاقات ملا جیون سے بہت مختصر رہی۔ ملا جیون رقم طراز ہیں:

چھ سال لشکرِ معلیٰ میں قیام کا اتفاق رہا اور اس دوران عالمگیر کی خواہش پر شرفِ ملاقات حاصل ہوا اور چند روز صحبت رہی۔¹²

ملا جیون بہت بڑے عالم اور اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ تھے نیز آپ اور نگزیب عالمگیر کے استاد تھے۔¹³ مفتی غلام سرور اور بعد کے تذکرہ نگاروں نے ملا جیون کو اور نگزیب کا استاد مانا ہے جبکہ قرآن یہ بتاتے ہیں کہ اور نگزیب عالمگیر نے ان سے باقاعدہ تعلیم حاصل نہیں کی البتہ قیام دکن کے دوران بعض کتابیں پڑھیں۔ ہاں مگر عالمگیر نامہ اور آثارِ عالمگیری سے اس سلسلے میں کوئی سراغ نہیں ملتا کہ ملا جیون دکن میں شاہی لشکر میں شامل تھے۔ اسی دور میں انہیں یہ خیال آیا کہ والدین کی طرف سے حج بدل کیا جائے چنانچہ شہنشاہ سے اجازت حاصل کر کے 1700ء میں دوبارہ حجاز روانہ ہوئے اور حج و زیارت کے بعد 1704ء میں وطن واپس تشریف لائے۔ انہوں نے حرمین میں صحیحین کا درس بھی دیا اور ایک کتاب لواحِ جامی کی طرز پر سوانح کے نام سے لکھی۔¹⁴

وطن واپسی کے وقت آپ کی عمر 70 سال ہو چکی تھی اور آپ کی توجہ تصوف و سلوک کی طرف مائل ہوتی جا رہی تھی۔ آپ نے شیخ یاسین بن عبدالرزاق سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور پھر اٹیٹھی میں رہ کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ 1707ء میں اپنے شاگردوں کے ساتھ دہلی کا رخ کیا، اجمیر میں شاہ عالم اول سے ان کی ملاقات ہوئی اور ان کے ساتھ آپ لاہور چلے گئے اور وہاں ان کے انتقال 1712ء تک مقیم رہ کر دہلی لوٹ آئے۔ جس وقت آپ دہلی لوٹے تو بادشاہ نے انہیں اپنے مقربین میں شامل کر لیا۔ شاہی تعلقات کی بنا پر آپ اٹیٹھی اور مضافات کی عوام کی سفارش بادشاہ سے کرتے رہے، اس طرح خلق کثیر نے آپ کی موجودگی سے فائدہ اٹھایا۔

آخر عمر تک عوام سے تعلق قائم رکھا 23 ستمبر 1718ء کو آپ کی وفات ہوئی۔ وفات کے وقت ان کی عمر 70 سال کے قریب تھی لیکن درس و تدریس میں انہماک برقرار رہا اور ذکر و اذکار کے اتنے پابند تھے کہ وفات کے وقت بھی کلمہ طیبہ ورد زبان تھا۔ سہ شنبہ یعنی وفات کے روز ہی بوقت ظہر آپ کی میت کو میر محمد شفیق کے تکیہ میں واقع مسجد کے عقبی حصے میں سپردِ خاک کیا گیا۔ پھر 26 نومبر 1718ء کو چہار شنبہ کے دن وفات سے 50 دن کے بعد آپ کی میت کو ایک تابوت میں رکھ کر اٹیٹھی لایا گیا اور وہاں مدرسہ کے ملحق مقبرہ میں دفن کر دیا گیا۔¹⁵

تفسیرات احمدیہ

یہ تفسیر عربی زبان میں لکھی گئی ایک اہم تفسیر ہے، جو برصغیر میں تفسیر قرآن کا ایک قابلِ قدر نمونہ ہے۔ اس تفسیر میں ملا جیون نے آیات قرآنیہ کی تفسیر کے ساتھ ساتھ کلامی و فقہی اور فلسفیانہ مباحث کو بھی شامل کیا ہے، ان کے علاوہ اس میں تصوف اور بلاغت پر گہری نظر کا اظہار کیا ہے۔ اس تفسیر میں علمی نکات کی گہرائی، دقتِ نظر اور جامعیت نمایاں ہے۔ تفسیر قرآن میں اس تفسیر کو ایک مخصوص اور ممتاز مقام حاصل ہے یہ کتاب کن حالات میں لکھی گئی اور کن وجوہات کی بنا پر لکھی گئی اس کا اندازہ اس عبارت سے ہوتا ہے:

ولیس هذا المدح مناطها للدنيا وطلبها للثمان والتمين بل حسبه الله وحرصا لازدياد الدين اذ لم اكن

من اهل هذا الشأن ولا من فرسان هذا الميدان¹⁶

¹² مفتی غلام سرور، خزینة الاصفیاء، مطبع نولکشور، ج 1 ص 365

¹³ ایضاً

¹⁴ مولانا خادم حسن علوی، مناقب الاولیاء، ص 34

¹⁵ مولانا خادم حسن علوی، مناقب الاولیاء، ص 35، 36، 47

¹⁶ ملا جیون، الشیخ احمد، التفسیرات الاحمدیة فی بیان الآیات الشرعية، مکتبة الشركة، 1904ء، ص 6

اور یہ ستائش دنیا کی لالچ میں نہیں ہے اور نہ گرانقدر انعام کی تمنا میں بلکہ اللہ کے لیے اور دین کے فروغ کی لالچ میں ہے، کیونکہ میں اس طرح کے لوگوں میں نہیں ہوں اور نہ میں اس میدان کا سوار ہوں۔

اس عبارت سے واضح ہے کہ اس تفسیر کی تصنیف سے ملا جیوں کا مقصد حصول جاہ و منصب نہیں تھا بلکہ وہ محض علمی و دینی کام کرنا چاہتے تھے۔ تفسیر جیسے اہم اور حساس موضوع پر قلم اٹھانے کی توجیہ انہوں نے اس طرح بیان کی ہے۔

وقد كنت قديما اسمع من افواه الرجال الكرام ان الامام الغزالي الذي هو من اجلة علماء الاسلام

قد جمع آيات الاحكام بحسب الطاقة والامكان حتى بلغت خمسه مائة بلا زيادة ونقصان¹⁷

عرصہ سے میں معزز لوگوں کی زبانی سنتا آیا تھا کہ امام غزالی جو علمائے اسلام میں شمار ہوتے ہیں انہوں نے اپنی طاقت اور استعداد بھر وہ آیات یکجا کی تھیں جن سے احکام شرعیہ کا استنباط ہوتا ہے اور ان آیات کی تعداد صرف پانچ سو ہے نہ اس سے کم اور نہ زیادہ۔

مگر جب ملا جیوں نے ان کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی تو معلوم ہوا کہ امام غزالی کی طرف منسوب یہ بیان درست نہیں تھا، چنانچہ انہوں نے خود اس کام کو کرنے کا فیصلہ کیا وہ لکھتے ہیں:

لسان غیبی کے حکم پر میں نے اللہ کی مدد اور توفیق کو سہارا بنا کر احکام کا استنباط کرنا شروع کر دیا۔ میں نے وہ آیات جمع کرنا شروع کر دیں جن سے میں نے قواعد و اصول عقائد اور مسائل فقہیہ کا استنباط کیا پھر میں نے بہترین طریقے پر ان کی تفسیر اور شرح لکھی۔¹⁸

تفسیرات احمدیہ میں قرآن مجید کی مکمل تفسیر نہیں ہے بلکہ یہ ایک جزوی تفسیر ہے جس میں صرف آیات الاحکام ہی کی تفسیر کی گئی ہے۔ یہ تفسیر فصیح عربی زبان میں ہے، یہ 1846ء میں کلکتہ سے اور 1909ء میں بمبئی سے شائع ہو چکی ہے۔ اس کا اردو ترجمہ بھی 1853ء میں عبدالعلی بلگرامی نے کیا جس کا قلمی نسخہ سالار جنگ میوزیم میں موجود ہے اور وہ طبع بھی ہو چکا ہے۔ کتاب کے شروع میں ملا جیوں نے ایسی تمام آیات کی فہرست درج کی ہے جن سے احکام اخذ کیے گئے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ ان احکام کی نوعیت بھی واضح کی ہے۔ اس تفسیر میں پہلی آیت جس سے تفسیر کا آغاز کیا گیا ہے دوسری سورہ یعنی سورہ بقرہ کی ستائیسویں آیت ہے جس کا آغاز اس طرح ہوا ہے۔ هو الذي خلق لكم ما في الارض جميعا اس آیت سے استنباط کیا گیا ہے کہ ان اباحۃ اصل فی الاشیاء یعنی اشیاء میں اباحت اصل ہے۔ آخری جزء میں سورۃ الاعلیٰ سے لے کر آخر تک تمام صورتیں احکام سے خالی ہیں سوائے سورۃ الکوثر کے جس میں ملا جیوں نے حوض کوثر کے وجود کو ثابت کیا ہے۔

ماخذ و منابع

تفسیرات احمدیہ لکھتے وقت ملا موصوف کے پیش نظر مختلف علوم و فنون کی کتابیں تھیں جن کی فہرست انہوں نے تفسیرات احمدیہ کے مقدمہ میں درج کی ہے۔ کتب تفسیر میں تفسیر بیضاوی، جلال الدین سیوطی کی الاتقان فی علوم القرآن، ملا حسین واعظ کاشفی کی تفسیر حسینی، علامہ جار اللہ مخمشری کی تفسیر کشاف، تفسیر ظہیر الشریعہ الغوری اور تفسیر زاہدی وغیرہ۔ کتب فقہ میں شرح وقایہ مع حواشی، ہدایہ مع شروع اور الفتاویٰ الحمادیہ جبکہ اصول فقہ میں کشف الاسرار، شرح

¹⁷ ایضاً، ص 4

¹⁸ التفسیرات الاحمدیہ، ص 4

اصول بزدوی، حامی، التوضیح والتلویح، شرح التوضیح از تفتنازانی اور مختصر ابن حاجب اسی طرح علم الکلام میں شرح عقائد از سعد اللہ تفتنازانی اور شرح موافق از سید شریف جرجانی بطور ماخذ ان کے زیر مطالعہ رہیں۔¹⁹

آیات کے فضائل و فوائد کا بیان کرنا

ملا جیون کی تفسیر کا یہ اسلوب ہے کہ وہ بعض آیات کی فضیلت اور ان کی تلاوت کے روحانی و عملی فوائد بیان کرتے ہیں جو کہ عموماً احادیث نبوی سے مانخوذ ہوتے ہیں، جیسا کہ آیت الکرسی کے متعلق لکھتے ہیں:

ورد في حقها الأحاديث الصحاح حيث قال عليه السلام "من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة إلا الموت" و"ما قرئت هذه الآية في دار إلا هجرها الشيطان ثلاثين يوماً" و"من قرأها إذا أخذ مضجعه أمنه الله على نفسه و جاره و جارجاره و الأبيار حوله" و"إن أعظم آية في القرآن آية الكرسي"²⁰

صحیح احادیث میں آیا ہے کہ جو شخص ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھے اسے جنت میں جانے سے صرف موت روکے گی اور فرمایا جس گھر میں یہ آیت پڑھی جائے وہاں تیس دن تک شیطان داخل نہیں ہوتا اور فرمایا جو سونے سے پہلے یہ آیت پڑھے اللہ اسے اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو محفوظ رکھتا ہے اور قرآن کی سب سے عظیم آیت آیت الکرسی ہے۔

آیت الکرسی کو احادیث میں عظیم آیت قرار دیا گیا ہے، جس کی تلاوت نماز کے بعد، سونے سے قبل اور صبح و شام نہ صرف روحانی تحفظ فراہم کرتی ہے بلکہ شیطان، جادو اور دیگر منفی اثرات سے نجات کا ذریعہ بھی ہے۔ یہ آیت اہل ذکر کے معمولات میں شامل ہونی چاہیے تاکہ اس کے فیوض سے ہر لمحہ استفادہ ہو۔

لغوی تحقیق

ملا جیون تفسیر کرتے ہوئے قرآنی الفاظ کے لغوی معانی بیان کرتے ہیں تاکہ تفہیم قرآن آسان ہو جائے۔ ان کا درج ذیل اقتباس لفظ "الأنفال" کی لغوی اور عرفی تحقیق پر مبنی ہے، جس میں غنیمت اور نفل نماز کے مابین اشتراک واضح کیا گیا ہے۔

اعلم ان النفل في اللغة الزيادة وفي عرف الفقهاء يطلق تارة على الغنيمة

جان لو کہ نفل لغت میں زیادتی کو کہتے ہیں، اسی لیے نفل نماز فرض سے زائد ہے اور فقہاء کے عرف میں نفل کبھی غنیمت پر بھی بولا جاتا ہے۔

یہ لغوی بحث فقہ اور تفسیر دونوں میں مددگار ہے۔ نفل کا مطلب زیادتی یا اضافہ ہے، اس لیے غنیمت چونکہ اصل مقصد یعنی غلبہ دین سے زائد ہوتی ہے، لہذا اس پر بھی نفل کا اطلاق درست ہے۔

لغوی و نحوی تجزیہ:

قرآن کی زبان فصیح و بلیغ عربی ہے جسے سمجھنے کے لیے لغات اور عربی گرامر یعنی صرف و نحو کا علم ضروری ہے۔ ملا جیون ان علوم پر گہری گرفت رکھتے تھے اور انہوں نے اپنی تفسیر میں ان کا خوب استعمال کیا ہے۔ وہ آیات کے ہر اہم لفظ کی لغوی تحقیق اور نحوی تجزیہ کرتے ہیں۔

¹⁹ ایضاً، ص 5

²⁰ ایضاً، ص 115

وقوله تعالى بعضها من بعض مبتدء و خبر في موضع النصب²¹

اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ وہ بعض بعض سے ہیں اس میں مبتدء اور خبر نصب کی جگہ پر ہے۔

یہاں ملا جیوں نے ایک لفظ کی صرفی و نحوی تحلیل کی ہے اور اس کا محل بیان کیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آیات قرآنیہ کے الفاظ کی گہرائی میں جا کر ان کے مفہوم کو واضح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کا یہ اسلوب قاری کو زبان قرآن کی باریکیوں سے روشناس کراتا ہے اور فہم قرآن میں وسعت پیدا کرتا ہے۔

شان نزول

ملا جیوں تفسیرات احمدیہ میں قرآنی سورتوں کا شان نزول بھی بیان کرتے ہیں تاکہ اس سورہ کی تفہیم آسان ہو جائے اور قاری اللہ تعالیٰ کے مقصود کلام کو سمجھ سکے۔ سورۃ الروم کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

احتریت الروم وفارس بین اذرعات وبصری فغلبت فارس علی الروم... فنزلت الآية

روم وفارس کے درمیان اذرعات اور بصری کے قریب جنگ ہوئی، جس میں فارس نے روم کو شکست دی... تو یہ آیت نازل ہوئی۔

یہ اقتباس سورہ روم کے شان نزول کو بیان کرتا ہے جس سے اس وقت کا سیاسی اور دینی تناظر کو واضح ہوتا ہے۔ اس واقعے سے واضح ہوتا ہے کہ قرآن نہ صرف دینی امور بلکہ بین الاقوامی حالات و نتائج پر بھی پیشین گوئی کرتا ہے۔ اہل کتاب کے غلبے پر مسلمانوں کی خوشی اور مشرکین کی شامت ایک فطری دینی تقسیم کو ظاہر کرتی ہے۔

تفسیر بالماثور

تفسیر بالماثور قرآن فہمی کا سب سے قدیم اور مستند منہج ہے جس میں قرآن کی تفسیر کے لیے خود قرآن، رسول اللہ ﷺ کی احادیث، صحابہ کرام اور تابعین کے اقوال سے مدد لی جاتی ہے۔ ملا جیوں نے اس منہج کو بڑی محنت اور علمی دیانت سے اختیار کیا ہے۔ ان کی تفسیر میں بکثرت مقامات پر آثار و اقوال سلف صالحین ملتے ہیں، پس یہ بات ان کی علمی وابستگی اور تقلید سلف کی غمازی کرتی ہے۔ انہوں نے قرآن فہمی کے لیے روایات سلف، اقوال صحابہ و تابعین، اور احادیث نبویہ کو بنیاد بنایا ہے۔ اس سے ان کی علمی دیانت اور روایتی منہج کی پابندی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ملا جیوں نے ماثور تفسیر کو نہایت احسن انداز سے استعمال کیا ہے۔

وہ ایک آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

كما زوي أن عبدان الحضرمي ادعى على امرء القيس الكندي قطعة أرض ولم يكن له بينة، فحكم رسول الله صلى الله عليه وسلم بأن يحلف امرؤ القيس، فهم به فقرء نبي الله (إن الذين يشترؤون بعهد الله وأيمانهم ثمناً قليلاً... الآية)²² فارتدع عن اليمين وسلم الأرض إلى العبدان نزلت هذه الآية هذا ما في رواية البيضاوي ويُعلم من الزاهدي أنه حلف امرء القيس فنزلت هذه الآية فردّها وردّ الأرض الأخرى معها، فبشره النبي عليه السلام بالجنة²³

²¹ تفسیرات احمدیہ، ص 137

²² سورۃ آل عمران 3: 77

²³ التفسیرات الاحمدیہ، ص 57

جیسا کہ روایت کیا گیا ہے کہ عبدان حضرمی نے دعویٰ کیا کہ امرؤ القیس کنندی کے پاس اس کا زمین کا ٹکڑا ہے لیکن اس کے پاس اس دعویٰ کی کوئی دلیل نہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فیصلہ فرمایا کہ امرؤ القیس قسم کھائے گا اور انہوں نے واقعی قسم اٹھانے کا ارادہ کر لیا تو اللہ کے نبی ﷺ نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی (بے شک جو خریدتے ہیں اللہ سے کیے گئے وعدے اور اپنی قسموں کے بدلے تھوڑی قیمت) چنانچہ وہ قسم اٹھانے سے رک گئے اور زمین عبدان کے حوالے کر دی۔ یہ بات تفسیر بیضاوی میں بھی مذکور ہے۔ اور زاہدی سے معلوم ہوتا ہے کہ امرؤ القیس نے قسم اٹھالی تو یہ آیت نازل ہوئی۔ چنانچہ اس نے وہ زمین بھی واپس کر دی اور اس کے ساتھ کچھ اور زمین بھی واپس کر دی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس غلام کو جنت کی خوشخبری دی۔

یہ عبارت تفسیر بالماثور کی نہایت عمدہ مثال ہے، کیونکہ اس میں ایک آیت کی تشریح نبوی واقعہ سے کی گئی ہے اور اس میں اثر صحابی، اور روایت بیضاوی جیسے آخذ بھی شامل کیے ہیں اور ساتھ ہی سبب نزول بھی بیان کیا ہے۔
اقوال صحابہ سے تفسیر بالماثور کی مثال کے لیے ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

فسبحان الله حين تمسون وحين تصبحون وعشيا وحين تظهرون هذه الآية التي روى عن ابن عباس
رضي الله عنهما انها جامعة الصلوة الخمس²⁴

تو اللہ کی تسبیح کرو جب شام کرو، جب صبح کرو، عصر و ظہر کے وقت۔ اس آیت کے متعلق حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ یہ پنج گانہ نماز کے لیے اوقات کی جامع ہے۔

یہ اقتباس سورۃ الروم کی ایک آیت سے نماز پنجگانہ کی فرضیت پر قرآنی اور تفسیری دلائل پیش کرتا ہے۔ نیز حضرت ابن عباسؓ کے قول کے مطابق یہ آیت نماز پنجگانہ کا اجمالی بیان ہے۔

فقہی تفسیر

تفسیر میں فقہی پہلو ہمیشہ سے اہم رہا ہے، خاص طور پر آیات احکام کی تفسیر میں۔ ملا جیون نے بطور حنفی فقیہ ان آیات میں اپنی فقہی علمی دسترس کا عمدہ استعمال کیا ہے۔ وہ نہ صرف فقہی مسائل بیان کرتے ہیں بلکہ مختلف مکاتب فکر کا موازنہ بھی کرتے ہیں اور حنفی فقہ کی ترجیحی حیثیت کو واضح کرتے ہیں۔ بلکہ دراصل ان کی تفسیر فقہی تفسیر ہے اور انہوں نے اس تفسیر کے لیے انہیں آیات کا انتخاب فرمایا ہے جو احکام شریعت پر مشتمل ہیں۔ چنانچہ اس ضمن میں چند اقتباسات ملاحظہ ہوں:

وأوجب عليكم اعطاء الحق بعد الدرك والكمال... وهو العشر أو نصفه²⁵

تم پر لازم کیا گیا کہ جب پھل مکمل ہو جائے تو اس میں سے حق ادا کرو اور وہ دسواں حصہ یا اس کا نصف ہے۔

یہ اقتباس واضح کرتا ہے کہ اسلام میں پیداوار پر زکوٰۃ کا ایک منظم نظام ہے۔ زراعت اور پھلوں پر زکوٰۃ کے وجوب اور اس کے تفصیلی احکام پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک ہر پیداوار پر زکوٰۃ ہے، فرق صرف آبپاشی کے طریقہ پر ہے اگر بارانی زمین ہے تو دسواں زکوٰۃ دینی ہوگی اور اگر ٹیوب ویل وغیرہ مصنوعی ذرائع سے کھیتی کو سیراب کیا جاتا ہے تو بیسواں حصہ۔ اس شرعی ضابطے سے اسلام کا معاشی عدل اور فلاحی تصور ظاہر ہوتا ہے۔

²⁴ التفسیرات الاحمدیة، ص 413

²⁵ ایضاً، ص 274

اسی طرح دارالحرب میں مسلم و غیر مسلم کے مالی معاملات کے بارے میں فقہی اصولوں کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولنا قوله عليه السلام لا ربا بين المسلم والحربي في دار الحرب²⁶

ہمارے پاس دلیل نبی ﷺ کا قول ہے: دارالحرب میں مسلمان اور حربی کے درمیان سود نہیں۔

حنفی فقہ کے مطابق دارالحرب میں مسلمانوں کے لیے حربیوں کے مال کے حصول کے خاص احکام ہیں۔ اگر ان کے مال پر قبضہ جنگی اصولوں کے تحت ہو تو وہ مباح ہوتا ہے، بشرطیکہ اس میں خیانت نہ ہو۔

اسی طرح حق مہر کے شرعی تعین کے متعلق فقہاء کا اختلاف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وفي قوله تعالى قد علمنا ما فرضنا عليهم في أزواجهم رد آخر على الشافعي فيما ذهب اليه ان المهر غير

مقدر من عند الله تعالى وان تقديره إلى رأى الزوج وذلك لان الله تعالى لما ذكر لفظ الفرض ومعناه

التقدير واسنده إلى ضمير المتكلم كان معناه ما قدرنا عليهم في حق أزواجهم والآية في باب | المهر فعلم

أن المهر مقدر شرعا من عند الله تعالى وهو عشرة دراهم والزيادة عليه بالفا ما بلغ تبرع والنقصان عنه

ممنوع لا كما قال الشافعي من أن كل ما يصلح ثمننا في البيع يصلح مهرا في النكاح قل اوكثر²⁷

اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں (یعنی ہم جانتے ہیں جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں کے بارے میں فرض کیا ہے) ایک دوسرا رد

ہے امام شافعیؒ کے اس قول پر کہ مہر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر نہیں ہے، بلکہ اس کی مقدار شوہر کی رائے پر موقوف

ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے لفظ فرض ذکر فرمایا، جس کا معنی مقرر کرنا ہے اور اس کو اپنی طرف ضمیر متکلم

کے ساتھ منسوب فرمایا، تو اس کا مطلب ہوا؛ جو ہم نے ان پر ان کی بیویوں کے حق کے بارے میں مقرر کیا ہے اور یہ آیت مہر

کے باب میں ہے، پس معلوم ہوا کہ مہر شرعاً اللہ کی طرف سے مقرر ہے، اور وہ دس درہم ہے۔ اس مقدار پر زیادتی تفضلاً یعنی

اختیاری نیکی کے طور پر درست ہے، اور اس میں کمی کرنا جائز نہیں، برخلاف امام شافعیؒ کے قول کے، جنہوں نے کہا کہ جو چیز

بیع میں ثمن بن سکتی ہے، وہ نکاح میں مہر بھی بن سکتی ہے، خواہ وہ کم ہو یا زیادہ۔

اس عبارت میں مصنف نے قرآن کریم کی آیت کو بطور دلیل پیش کر کے یہ واضح کیا ہے کہ مہر کی مقدار اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہے، اور اس میں کمی

کرنا جائز نہیں۔ مصنف نے اس مقام پر امام شافعیؒ کے اس موقف کی تردید کی ہے کہ مہر کی کوئی مخصوص شرعی مقدار مقرر نہیں، بلکہ اس کا تعین شوہر کی

صوابدید پر ہے اور جو بھی چیز بطور قیمت بیع میں قابل قبول ہو، وہ مہر کے طور پر بھی جائز ہے خواہ کم ہو یا زیادہ۔ مصنف قرآن کریم کی آیت قَدْ عَلِمْنَا مَا

فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ²⁸ سے استدلال کرتے ہوئے یہ ثابت کرتے ہیں کہ مہر دراصل شرعی طور پر مقرر ہے، اور اس کی مقدار دس درہم ہے، اس سے

کم دینا جائز نہیں جبکہ زیادہ دینا تبرع کے طور پر درست ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نکاح محض دنیوی معاہدہ نہیں بلکہ شرعی و مقدس بندھن ہے۔

²⁶ ایضاً، ص 413

²⁷ التفسیرات الاحمدیة، ص 435

²⁸ سورة الاحزاب: 50

ایک مقام نماز میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کے متعلق اختلاف فقہاء بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وذهب أبو حنيفة وأصحابه إلى وجوب الفاتحة على الإمام والقوم وخالفه الشافعي وجماعة فقالوا
تجب على كل أحد إماماً كان أو مأموماً²⁹

امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے نزدیک سورہ فاتحہ کا پڑھنا امام اور مقتدی دونوں پر واجب ہے، جبکہ امام شافعی اور ایک جماعت نے اس سے اختلاف کیا اور کہا کہ ہر شخص پر خواہ وہ امام ہو یا مقتدی سورہ فاتحہ پڑھنا واجب ہے۔

یہ اقتباس فقہی منہج کی نہایت واضح مثال ہے، جس میں ملا جیوں نے حنفی موقف کو بیان کیا اور ساتھ ہی امام شافعی اور دیگر فقہاء کی رائے کو بھی ذکر کیا۔ اگرچہ وہ حنفی ہیں، لیکن علمی انصاف کے ساتھ دیگر آراء کو بھی بیان کرتے ہیں۔ ان کا انداز فقہی تنوع کے ساتھ وسعتِ نظر کا مظہر ہے اور آیات احکام کی فہم میں قاری کی رہنمائی کرتا ہے۔

فقہی تفرّد

بعض مقامات پر ان کا فقہی تفرّد بھی سامنے آتا ہے، درج ذیل اقتباس میں ان کا دیگر فقہاء سے تفرّد نظر آتا ہے کہ ان سے ما قبل فقہاء کے ہاں ایک عورت کا اپنے آپ کو حضور کے لیے ہبہ کرنا ہبہ ہی سمجھا جاتا رہا ہے مگر ملا جیوں ہبہ کو نکاح سے استعارہ قرار دے کر نکاح ہی شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ونحن نقول أن مبني النكاح للملك له علمها والمصالح المذكورة ثمرات وفروع للنكاح فإذا جاز بلفظين
لا يدلان على الملك لغة فلان يجوز بلفظ يدل عليه أولى وهو الهبة والبيع وامثاله ويكون هذا بطريق
الاستعارة لأنها وضعت الملك الرقبة وهو سبب ملك المنعة³⁰

اور ہم یہ کہتے ہیں کہ نکاح کی بنیاد اس بات پر ہے کہ شوہر کو بیوی پر ملک حاصل ہو، اور اس کے ضمن میں بیان کی گئی مصلحتیں نکاح کے ثمرات اور فروع ہیں۔ پس جب دو ایسے الفاظ سے نکاح جائز ہے جو لغت میں ملکیت پر دلالت نہیں کرتے، تو ایسے لفظ سے نکاح کا ہونا بدرجہ اولیٰ درست ہو گا جو ملکیت پر دلالت کرتا ہے، جیسے ہبہ، بیع اور ان جیسے دیگر الفاظ۔ اور یہ بطریق استعارہ ہو گا، کیونکہ یہ الفاظ اصل میں کسی شے کی گردن کی ملکیت کے لیے وضع کیے گئے ہیں، اور یہی چیز شوہر کے بیوی سے ازدواجی فائدہ حاصل کرنے کے حق کا سبب بنتی ہے۔

مصنف نے اس عبارت میں نکاح کے انعقاد کے لیے الفاظ کے استعمال کے مسئلے پر ایک اہم فقہی نکتہ پیش کیا ہے۔ ان کے نزدیک چونکہ نکاح کا اصل مقصد بیوی پر شوہر کا حق استمتاع حاصل کرنا ہے، اس لیے اگر نکاح ایسے الفاظ سے جائز ہے جو لغوی اعتبار سے ملکیت پر دلالت نہیں کرتے، جیسے نکاح اور تزویج تو ان الفاظ سے بدرجہ اولیٰ نکاح کا عقد جائز ہونا چاہیے جو ملکیت پر دلالت کرتے ہیں، جیسے بیع یا ہبہ۔ مصنف نے اسے استعارہ قرار دیا ہے، یعنی ان الفاظ کو اصل معنی ملکِ رقت سے مجازی معنی ملکِ استمتاع میں منتقل کیا جا رہا ہے۔ اس استدلال میں نکاح کی حقیقتِ ملک پر زور دیا گیا ہے اور یہ فقہی تفرّد کی ایک مثال ہے

²⁹ التفسیرات الاحمدیة، ص 115

³⁰ التفسیرات الاحمدیة، ص 435

جو بعض فقہاء کے عام موقف سے مختلف ہے، کیونکہ اکثر فقہاء بیع و ہبہ کے الفاظ کو نکاح کے لیے کافی نہیں سمجھتے۔ حنفی فقہ میں بعض الفاظ جیسے ہبہ و بیع کو نکاح کے لیے استعاراً ناجائز قرار دیا گیا ہے بشرطیکہ ان سے نکاح مقصود ہو۔ یہ ایک فقہیانہ جدت ہے جو ان کے تفرّد کو ظاہر کرتی ہے۔

عقلی و فلسفیانہ تفسیر

ملا جیون نے ماثور روایت کے ساتھ ساتھ عقلی اور فلسفیانہ انداز میں بھی آیات کی توضیح کی ہے۔ وہ مفہوم کی گہرائی میں اترتے ہیں اور فکری تجربے سے کام لیتے ہیں، جو ان کے درایتی منہج کو نمایاں کرتا ہے۔ تفسیرات احمدیہ میں عقلی استنباط، منطقی تقسیمات، اور اجتہادی بصیرت کی جھلک جگہ جگہ ملتی ہے۔ ملا جیون کسی بھی آیت کے مفہوم کو صرف ظاہر تک محدود نہیں رکھتے بلکہ اس کے پس پردہ معانی تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں، جو کہ ان کی اجتہادی صلاحیت کی دلیل ہے۔ ذیل میں دیا گیا اقتباس "آیۃ الکرسی" کے الفاظ کی گہری عقلی، فلسفیانہ اور کلامی تشریحات پر مشتمل ہے، جس میں کرسی، مشیت اور حفظ کائنات کی تعبیرات شامل ہیں۔

وقوله تعالى ﴿إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ فيه إثبات مشيئته وإرادته تعالى وقوله تعالى ﴿وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ إما تصوير تعظيمه أو تمثيل مجرد أو الكرسي مجاز عن العلم أو الملك أو القدرة فيدل على إثبات علمه وملكه وقدرته أو هو العرش أو جسم تحت العرش كما ورد في الحديث وهو فلك البروج عند الحكماء وقوله تعالى ﴿وَلَا يُؤَدُّمْ حِفْظُهُمَا﴾ أي لا يثقل عليه فيه إثبات كمال قدرته وتخليق الأشياء بإرادته دون الآلات³¹

اور اللہ کا فرمان "مگر جس پر وہ چاہے" اس میں اللہ کی مشیت اور ارادے کا اثبات ہے "اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو گھیر رکھا ہے" اس کا مطلب یا تو اس کی عظمت کی تصویر ہے یا محض تمثیل یا کرسی سے مراد علم، ملک یا قدرت ہے تو یہ اللہ کے علم، ملک اور قدرت کا اثبات ہے۔ بعض نے کہا کہ کرسی عرش کے نیچے ایک جسم ہے، یا یہ فلك البروج ہے جیسا کہ حکماء نے کہا اور اللہ کا فرمان "اور ان دونوں زمین و آسمان کی حفاظت اسے تھکتی نہیں" اس میں اس کی کامل قدرت اور تخلیق کا اثبات ہے جو بغیر کسی آلے کے صرف ارادے سے ہوتی ہے۔

آیۃ الکرسی نہ صرف توحید و صفات الہی کی جامع ترین آیت ہے بلکہ اس میں فلسفہ مشیت، قدرت، علم، ملک اور تسلط پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ "وسیع کرسیہ" کے کئی احتمالات اس کے عقلی و فلسفیانہ پہلو کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی سہارے کا محتاج نہیں بلکہ ہر شے اس کے ارادے اور علم سے قائم ہے۔ یہ اجتہادی فکر کا عمدہ نمونہ ہے جس میں معنی کی وسعت اور تدبر شامل ہے۔ اس طرح کے اجتہادی لمحات تفسیرات احمدیہ کو عام تفاسیر سے ممتاز کرتے ہیں۔

کلامی تفسیر

ملا جیون ایک جید متکلم تھے اور علم کلام پر انہیں مہارت حاصل تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تفسیر میں وہ آیات جن میں صفات الہی، تقدیر، یا عقائد اسلام کا بیان ہے، وہاں وہ کلامی مباحث کو بڑے عمدہ انداز میں شامل کرتے ہیں۔ ان کا انداز متوازن اور استدلالی ہوتا ہے، جس سے قاری کو فکری گیرائی اور گہرائی حاصل ہوتی ہے۔

نحن نقول إن النسخ ليس بتبديل في الواقع بل هو بيان محض، فجاز أن يبين الله مدة انتهاء كلام رسوله أورشوله
مدة انتهاء كلام ربه³²

یہ عبارت نسخ کے مسئلے پر ایک عمیق کلامی بحث کا نچوڑ ہے۔ ملا جیون یہاں وضاحت کرتے ہیں کہ نسخ درحقیقت کسی حکم کی معین مدت کی تعیین ہے، نہ کہ حقیقی تبدیلی۔ یہ موقف اشاعرہ اور ماتریدیہ کے اعتدال پسند موقف کی نمائندگی کرتا ہے۔ ان کی یہ وضاحت قاری کو ایک پختہ اور متوازن فکری بنیاد فراہم کرتی ہے۔ اسی طرح وہ اپنی اس تفسیر میں کلامی مسائل پر علمی انداز میں گفتگو کرتے ہیں اور فقہی مسائل میں اعتدال کے ساتھ دلائل پیش کرتے ہیں۔
والہادی علی الحقیقة هو الله تعالى كما قال ﴿إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ فالهداية الحقيقية من الله فقط³³
اس اقتباس میں ہدایت کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے منسوب کر کے عقیدہ توحید اور اشعری نظریہ افعال بندہ کو واضح کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی قرآنی آیت کا حوالہ دے کر کلامی نظریہ کی تائید کی گئی ہے، جو اس تفسیر کے اصولی منبج کی دلیل ہے۔

اسی طرح درج ذیل عبارت میں موصوف نے اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اس کی اجازت کے بغیر شفاعت کے ممکن نہ ہونے کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے یہ معترکہ کے اس نظریے کی تردید کے لیے کیا ہے جو اہل کبار کے لیے شفاعت کے منکر تھے۔

وقوله تعالى ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ بيان لعظمة شأنه وكبريائه وإثبات هيبة ربوبيته
وفيه دليل على نفي الشفاعة للكفار على ما في الزاهدي وأقول يلزم منه جواز الشفاعة بعد الإذن في
الجملة للمؤمنين فيكون ردًا على المعتزلة في إنكار الشفاعة لأهل الكبائر³⁴

اور اس کا فرمان "کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر سفارش کرے" اس کی عظمت، کبریائی اور ربوبیت کے رعب کا بیان ہے اور اس میں کفار کے لیے شفاعت کی نفی ہے، جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مؤمنین کے لیے شفاعت فی الجملہ جائز ہے بشرطیکہ اللہ اجازت دے اور یہ معترکہ کے انکار شفاعت کے خلاف دلیل ہے۔

یہ عبارت قرآن کریم کے ذریعے اہل سنت کے عقیدہ شفاعت کی تائید کرتی ہے۔ یہ آیت واضح کرتی ہے کہ معترکہ جو کہ ہر قسم کی شفاعت کے منکر تھے ان کے خلاف اللہ تعالیٰ کے اذن سے شفاعت ممکن ہے، خصوصاً مؤمنین کے حق میں۔ نیز اس سے اللہ کی مطلق حاکمیت اور نظام عدل و فضل دونوں کا اثبات ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا علم ہمہ گیر ہے اور کائنات کے ہر گوشے پر اس کی نظر ہے، خواہ وہ ماضی ہو یا مستقبل، حاضر ہو یا غائب۔ اشاعرہ اور اہل سنت کے نزدیک علم، اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات میں سے ہے، جب کہ معترکہ صفات زائدہ کا انکار کرتے ہوئے اسے معاذ اللہ عالم بلا علم مانتے تھے۔ ان کے رد میں ملا جیون آیت الکرسی کے ایک جملے کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقوله تعالى ﴿يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ﴾ أي ما قبلهم وما بعدهم أو أمور الدنيا والآخرة أو ما
يدركونه وما لا يدركونه والضمير لما في السموات والأرض أو لما دل عليه "من ذا" على ما في البيضاوي
وهو دليل على إثبات كمال علمه³⁵

³² ايضاً، ص 15

³³ التفسيرات الاحمدية، ص 9

³⁴ ايضاً، ص 115

³⁵ ايضاً، ص 115

اور اس کا فرمان: "وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے" یعنی جو ان سے پہلے ہے اور بعد میں ہے یاد نیا و آخرت کے امور یا جو وہ جان سکتے ہیں اور جو نہیں جان سکتے اور ضمیر کا مرجع وہ ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے یا "من ذا کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ بیضاوی نے بیان کیا ہے اور یہ اللہ کے کامل علم کا ثبوت ہے۔

یہ اقتباس اللہ کے علم ذاتی پر روشنی ڈالتا ہے اور معتزلہ کے اس نظریے کی تردید کرتا ہے کہ اللہ عالم تو ہے مگر بلا علم۔ اس کلامی و اعتقادی بحث میں مختلف احتمالات، جیسے دنیا و آخرت، ادراک و عدم ادراک اور ماضی و مستقبل کو شامل کرنا اللہ کے علم محیط کی وسعت پر دلیل ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کا علم نہ زمانے کا محتاج ہے، نہ انسان کی محدود عقل کا۔

تفسیر بالرائے

بعض مقامات پر ملا جیون تفسیر قرآن کرتے ہوئے اپنی رائے کا برملا اظہار کرتے ہیں۔

وأردنا لهذا السر التبرصي جمع القروء مع كثرة المطلقات و فرق، و جمع القروء في منزلة التثنية³⁶

ہم نے تہ تبص یعنی عدت کے اس نکتہ کے پیش نظر "قروء" کو جمع کے طور پر استعمال کیا ہے تاکہ کثرتِ مطلقات اور ان کے احوال کے فرق کو ظاہر کیا جاسکے اور قروء کو تثنیہ کے برابر درجے میں رکھا۔

یہاں تدبر اور اجتہادی فہم سے کام لیتے ہوئے "قروء" کے جمع کا صیغہ ہونے کے باوجود اس سے مراد دو یا تین حیض مراد لینے کی وضاحت کی گئی ہے۔ یہ آپ کا اجتہاد کرنا اور تفسیری رائے کا استعمال ہے۔

اشاری تفسیر

ملا جیون صوفیانہ مزاج بھی رکھتے تھے اور ان کی تفسیر میں ان کا یہ مزاج جھلکتا ہے۔ چنانچہ وہ ذکرِ خفی کی فضیلت اور اس کے اثرات کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ولهذا قال بعض أهل السلوك ان الذكر الخفى عزيمة والجهر بدعة أو مباح وعند البعض الجهر أصل وهذا بحث مختلف فيه بين الانام في زماننا ولا طائل تحته اذا المقصود للكل الوصول الى الله تعالى باى طريق كان³⁷

اسی لیے بعض اہل سلوک نے کہا کہ ذکرِ خفی عزیمت ہے اور جہر بدعت یا مباح ہے اور بعض کے ہاں جہر اصلی ہے اور اس بحث میں ہمارے زمانے کے لوگوں کے درمیان اختلاف ہے اختلاف ہے اور اصل مقصود اللہ تک پہنچنا ہے جس راہ سے بھی

ہو۔

وہ ذکرِ خفی کی فضیلت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ صوفیاء کے ہاں ذکرِ خفی، یعنی دل میں خاموشی سے اللہ کو یاد کرنا افضل سمجھا جاتا ہے۔ مگر اختلاف راہ کا ہے، منزل ایک ہی ہے۔ اس سے ان کے صوفیانہ رویے کا پتہ چلتا ہے۔

نسخ و منسوخ

³⁶التفسيرات الاحمدية، ص 84

³⁷ ايضاً، ص 294

شیخ احمد جیون نے اپنی تفسیر میں یہ نہیں کیا کہ جو کچھ کتب تفسیر میں لکھا ہے اسی کو نقل کر دیا جائے بلکہ اس میں اپنی طرف سے اضافے بھی کیے۔ انہوں نے علوم قرآنیہ اور ماہیات بالقرآن پر مقدمہ میں اجمالی بحث کی ہے۔ انہوں نے اپنی تفسیر لکھتے وقت بیشتر مسائل میں علماء کے اختلافات کی پہلے تشریح کی ہے اور ان کی آراء کو نقل کیا ہے۔ ان پر عالمانہ بحث کے بعد مرجح بات کو شرح و بسط کے ساتھ مدلل کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ کہیں پہلے آیت اور اس کا شان نزول بیان کیا ہے پھر مختصر الفاظ میں اس کی تفسیر کی ہے اور دوسری آیات کو سامنے لا کر اس کے مطلب کی وضاحت کی ہے، پھر کتاب و سنت سے منسوخ ہونے یا نہ ہونے کی بحث کی ہے، پھر حنفیہ کا مسلک کہ سنت سے کتاب کا نسخ جائز ہے اور شوافع کے نزدیک نہیں، کی تشریح کی ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں آپ نے یہ لکھا ہے:

نحن نقول ان النسخ ليس بتبديل في الواقع بل هو بيان محض فجاز ان يبين الله مدة انتهاء كلام
رسوله اور رسوله مدة انتها كلام ربه³⁸

ہم کہتے ہیں کہ واقعتاً نسخ تبدیل نہیں ہوتا بلکہ وہ محض بیان ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے رسول کے کلام کی انتہا بیان کر دے اور اس کا رسول اپنے رب کے کلام کی انتہا ظاہر کر دے اس میں کیا حرج ہے۔

ملا جیون مسکا³⁹ حنفی تھے اس لیے انہوں نے اپنی تفسیر میں جا بجا اس مسلک کی تائید کی ہے جیسے قصاص کے مسئلے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، امام شافعی اور بعض دیگر فقہاء کے نزدیک آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام، مرد کے بدلے مرد اور عورت کے بدلے عورت ہی قتل کی جائے گی اور ان حضرات نے اس آیت سے استدلال کیا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلِ الْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَالْأُنثَىٰ بِالْأُنثَىٰ³⁹

اے ایمان والو! تم پر قتل کا قصاص فرض کیا گیا ہے آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

اس کے خلاف احناف آزاد کے بدلے غلام اور مرد کے بدلے عورت کا قتل درست قرار دیتے ہیں۔ وہ مذکورہ بالا آیت کو سورہ مائدہ کی آیت النفس بالنفس⁴⁰ سے منسوخ مانتے ہیں۔ ملا جیون اس مسئلے میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت وجوب قصاص میں برابری اور مساوات کے لیے عبارت النص ہے اور مشروعیت قصاص یعنی مقتول کے بدلے میں قاتل کو قتل کیے جانے کے سلسلے میں اشارۃ النص ہے۔ ملا جیون لکھتے ہیں کہ میں نے اس کو امام زاہد کے اس بیان سے مستنبط کیا ہے کہ ایام جاہلیت میں جب دو قبیلے آپس میں لڑتے تھے تو طاقت ور قبیلے کے دو ہزار آدمیوں کو اپنے ایک ہزار کے بدلے میں اور ان کے ایک ہزار کو اپنے غلام کے عوض میں قتل کرتے تھے اس طرح ان کے ایک مرد کو اپنی عورت کے بدلے میں قتل کیا کرتے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس فعل کو حرام قرار دیا گیا۔⁴¹

ملا جیون آیت قصاص کو سورہ مائدہ کی آیت النفس بالنفس⁴² سے منسوخ نہیں مانتے بلکہ اس کی خوبصورت توضیح کرتے ہوئے فقہائے احناف کی تائید درج ذیل الفاظ میں کرتے ہیں میرے نزدیک اس موقع کے لیے بہترین جواب یہ ہے کہ جب قصاص کا دار و مدار مساوات پر ہے تو جس نے قتل کیا اسی کو قتل کیا

³⁸ التفسیرات الاحمدیة، ص 15

³⁹ سورة البقرة: 179، 178

⁴⁰ سورة المائدة: 5

⁴¹ تذکرہ مفسرین ہند، ص 124

⁴² سورة المائدة: 5

جانا چاہیے۔⁴³ ملا جیون کے اس قول کی تائید متاخرین علماء احناف نے بھی کی ہے۔ ملا جیون نے تقریباً ساڑھے چھ سو آیتیں ایسی منتخب کیں ہیں جن میں ان کا نقطہ نظر حنفی ہے مگر انہوں نے مسائل کے بیان میں دوسرے فرقوں کے اصولوں کا بھی تذکرہ کر دیا ہے۔ تفسیر احمدی ہی میں بیان کردہ ملا جیون کی یہ کوشش قابل قدر ہے، تاہم قرآن کریم سے مستنبط مسائل کا استقصاء کرنے میں وہ کامیاب نہیں ہوئے اور امام سیوطی کی کتاب "الاکلیل" اور اسی طرح اس موضوع کی دوسری کتابیں اس سے زیادہ جامع ہیں۔⁴⁴

قرآن سے اثبات نبوت

عقیدہ نبوت ایک ایسا عقیدہ جس کے ہونے سے ہی انسان باقی ایمانیت اور اعمال کی بجا آوری کر سکتا ہے۔ ملا جیون تفسیر قرآن کرتے ہوئے جہاں موقع ملے آیات بینات سے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا اثبات کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک آیت قرآنی کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وهذه آية بينة على صحة نبوته وأن القرآن من عند الله لأنها أنباء عن علم الغيب⁴⁵

یہ ایک روشن نشانی ہے نبی ﷺ کی نبوت کے صحیح ہونے پر اور اس بات پر کہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے کیونکہ یہ غیب کی خبر دیتی ہے۔

پیشین گوئی کا پورا ہونا ایک قطعی دلیل ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں کیونکہ ماضی یا مستقبل کی سچی خبر انسان نہیں دے سکتا، یہ صرف اللہ رب العزت ہی بتا سکتا ہے۔

قصص اور اخلاقی سبق

وہ قرآنی قصص کو بطور کہانی بیان نہیں کرتے بلکہ ان کو بیان کر کے ان سے اخلاقی اسباق کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کا بیان کردہ حضرت داؤد کا اور اس پر ان کا شاندار تبصرہ اس واقعے کی تفسیر نہیں بلکہ ایک وسیع تربیتی اور فقہی درس ہے، جس میں انسان کی نفس پر قابو پانے، عدل کے ساتھ فیصلہ کرنے، عاجزی اختیار کرنے، اور دینی احکام کے فہم میں اعتدال برتنے کا جامع پیغام ہے۔

اسلوب بیان:

ملا جیون کا اسلوب سادہ، رواں اور مدلل ہے۔ وہ عام فہم زبان استعمال کرتے ہیں مگر ساتھ ہی علمی اصطلاحات کو بھی نظر انداز نہیں کرتے۔ ان کا طرزِ تحریر قاری کو تھکا تا نہیں بلکہ دلچسپی پیدا کرتا ہے۔

وقيل المراد بهم اليهود والحق انه عام في كل من كان على صفاتهم، فإن العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب⁴⁶

کہا گیا ہے کہ ان "المغضوب علیہم" سے مراد یہود ہیں، لیکن حق بات یہ ہے کہ یہ ہر اس شخص پر عام ہے جو ان کی صفات پر ہو،

کیونکہ اعتبار عمومی الفاظ کا ہوتا ہے نہ کہ خاص سبب نزول کا۔

یہ اقتباس قرآن فہمی کے ایک اہم اصول کو بیان کرتا ہے کہ آیت اگرچہ کسی خاص گروہ کے بارے میں نازل ہوئی ہو، لیکن اس کے الفاظ عام ہوں تو اس کا حکم بھی عام ہو گا۔ ملا جیون کی یہ علمی رائے نہ صرف تفسیری اصولوں پر گہری نظر کی دلیل ہے بلکہ امت کے لیے ایک ہمہ گیر پیغام بھی فراہم کرتی ہے۔

⁴³ تذکرہ مفسرین ہند، ص 124

⁴⁴ شبیر احمد، ڈاکٹر عربی زبان عہد مغلیہ میں، نظامی پریس - لکھنؤ، 1982ء، ص 354

⁴⁵ التفسیرات الاحمدیة، ص 413

⁴⁶ ایضاً، ص 10

ادبی و فنی اسلوب:

ملا جیون کی نثر نہایت سلیس، متوازن اور بلیغ ہے۔ وہ عربی زبان کے ادبی محاسن سے خوب واقف تھے اور ان کی تحریر میں کلاسیکی عربی ادب کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔ وہ قرآنی اسالیب کے اعجاز کو آسان اور عمدہ پیرائے میں بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان کے جملے فکری گہرائی، حسن تعبیر اور اختصار و بلاغت سے بھرپور ہوتے ہیں۔

فإن في هذا القول إشاراتٌ دقيقةٌ إلى معاني عظيمةٍ من التوحيد، يُدرکہا من كان له قلبٌ أو ألقى السمع وهو شهيد⁴⁷

بیشک اس ربانی کلام میں توحید کے عظیم معانی کے لطیف اشارات موجود ہیں، جنہیں وہی شخص سمجھتا ہے جس کا دل زندہ ہو یا جو دل لگا کر سنے۔

اس اقتباس میں ملا جیون نے قرآن کے اسلوب کو وجدانی انداز میں پیش کیا ہے۔ وہ نہ صرف مفہوم کی وضاحت کرتے ہیں بلکہ قاری کے ذوقِ جمال اور شعورِ دینی کو بھی بیدار کرتے اور جلا جھٹتے ہیں۔ ان کا ادبی اسلوب قاری کے فہم کو جاذبیت اور روحانیت سے ہمکنار کرتا ہے، جو تفسیر کے دیگر علمی و فنی پہلوؤں کو مکمل کرتا ہے۔

بلاغی پہلو

ملا جیون نے قرآنی اسلوبِ بیان کی بلاغت کو بھی خوبصورت انداز سے اجاگر کیا ہے۔ وہ تشبیہ، استعارات، ایجاز، اعجاز، التفات، حذف اور اطناب جیسے فنون بلاغت پر دقیق توجہ دیتے ہیں اور معانی کے حسن کو سامنے لاتے ہیں۔ ان کا بیان بلاغتِ قرآنی کی عظمت کو ظاہر کرتا ہے۔

والمختار ما هو موافق للعقل والنقل فإن القول إذا وافق كليهما كان أولى بالقبول⁴⁸

ترجیح دی گئی بات وہ ہے جو عقل و نقل دونوں کے موافق ہو، کیونکہ وہ قول جو ان دونوں سے ہم آہنگ ہو، قبولیت کے زیادہ لائق ہوتا ہے۔

یہ اقتباس ملا جیون کے اعتدال پسندانہ رویے کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ اقوالِ مفسرین میں سے اس کو ترجیح دیتے ہیں جو عقل و نقل دونوں سے مطابقت رکھتا ہو۔ ان کا یہ اسلوب نہ صرف علمی توازن پیدا کرتا ہے بلکہ دورِ حاضر کے قاری کے لیے بھی مدلل اور قابلِ قبول تفسیر مہیا کرتا ہے۔ ان کی اعتدال پسندی انہیں متشدد یا محض مقلد مفسرین سے ممتاز بناتی ہے۔ یہاں ملا جیون نے نحوی اور بلاغی نکتہ بیان کیا ہے جو قرآنی بلاغت کی خوبصورتی اور اعجاز کا مظہر ہے۔ اس طرح کی بلاغی توضیحات قاری کو آیات کے الفاظ کے ماورائی معانی تک رسائی دیتی ہیں۔

ملا جیون کی "تفسیرات احمدیہ" برصغیر میں لکھی جانے والی ان نادر تفاسیر میں سے ہے جن میں علومِ قرآن، فقہ، کلام، تصوف، فلسفہ، اور ادب کو متوازن انداز میں یکجا کیا گیا ہے۔ انہوں نے تفسیر الماثور کو بنیاد بنایا لیکن عقلی دلائل اور فلسفیانہ استدلال کو بھی جگہ دی۔ وہ اقوالِ سلف کی روشنی میں آیات کی تشریح کرتے ہیں لیکن جدید ذہن کو مطمئن کرنے کے لیے عقلی استنباط بھی پیش کرتے ہیں۔ ان کا اسلوب فصیح، بلیغ اور بلند پایہ فارسی نثر پر مبنی ہے۔ وہ اختصار کے ساتھ فکری گہرائی پیدا کرتے ہیں۔ ان کی تحریر میں روحانیت اور ادبی جمال نمایاں ہے۔ انہوں نے زرخیزی، رازی، بیضاوی اور جلالین جیسے مفسرین سے استفادہ کیا، مگر اپنا انداز جداگانہ

⁴⁷ التفسیرات الاحمدیة، ص 11

⁴⁸ ایضاً، ص 138



اور خالص علمی رکھا۔ تفسیر میں تصوف کی روح اور باطنی نکات شامل ہیں جو قاری کے قلب کو متوجہ کرتے ہیں۔ انہوں نے الفاظ کے ظاہری معانی سے زیادہ باطنی و اخلاقی پہلوؤں کو بھی نمایاں کیا۔ انہوں نے اہل سنت والجماعت کے عقائد کو مضبوط انداز میں بیان کیا اور مختلف کلامی مسائل پر اہل بدعت کے دلائل کا مدلل جواب دیا۔ تفسیرات احمدیہ اس لحاظ سے منفرد ہے کہ یہ فارسی زبان میں لکھی گئی ایک متوازن علمی تفسیر ہے جو مغلیہ عہد کے علمی ذوق کی آئینہ دار ہے۔ ملا احمد جیون کی تفسیر علمی گہرائی، مسلکی اعتدال اور اخلاقی بصیرت سے بھرپور ہے۔ مجموعی طور پر یہ تفسیر برصغیر میں فارسی تفسیری ادب کی ایک نایاب مگر قابل قدر کوشش ہے جو آج بھی تحقیق و مطالعہ کے لائق ہے۔